ماہ صفر کی دو بدعتیں

مصنف

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی

(بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور)

شعبۂ تحقیق واشاعت

Jamia Islamia Maseehul Uloom, Bangalore

K.S. Halli, Post Kannur Village, Bidara Halli Hobli, Baglur Main Road, Bangalore - 562149
H.O # 84, Armstrong Road, Mohalla Baidwadi, Bharthi Nagar, Bangalore - 560 001
Mobile : 9916510036 / 9036701512 / 9036708149

فہرست ماہ صفر کی بدعتیں



ماہ صفر کی دو بدعتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

حامداًومصلیاً:

جاہل وبے دین لوگوں نے یا اسلام دشمن عناصر نے دین کے نام پر بہت ساری بدعات وخرافات کوجنم دیااور پھیلایا ہے ،انہی میں وہ بدعات بھی ہیں ، جومختلف مہینوں کے بارے میں گھڑی گئی ہیں۔جیسے محرم کے پنجےاور شربت ،تعزیہ وعلم شعبان میں حلوہ، ربیع الاول میں میلاد، ربیع الثانی میں گیارہویں وغیرہ۔

حضرات علماء کی مسلسل جدوجہد سے اگرچہ بہت سارے خرافات بحمداللہ ختم ہوچکے ہیں، تاہم اندازہ ہوتا ہے کہ بعض رسومات وبدعات معاشرے میں آج بھی قبولیت کا درجہ حاصل کی ہوئی ہیں۔انہی میں سے ماہ صفر کی دو بدعتیں ہیں۔

ایک تیرہ تیزی کی بدعت، دوسری آخری چہارشنبہ کی بدعت، حالانکہ نبی کریم علیہ السلام نے بدعت کو گمراہی اور شرقرار دیا ہے۔(۱)

زیرنظر رسالہ میں احقر نے انہی دوبدعات کوموضوع بنایا ہے اوران قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل بحث کی گئی ہے،اس میں دلائل شرعیہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ یہ رسومات محض بے بنیاد ہیں ،جن کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ بلکہ ان رسومات میں شامل عقیدے اوراعمال سراسر تعلیمات اسلام کے خلاف ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالے کومیرے لیے ''ذریعہ نجات وذخیرہ معاد'' اورلوگوں کے لیے سرچشمۂ ہدایت وسعادت بنائے۔آمین

فقط

محمد شعیب اللہ عفی عنہ

(۱) دیکھو بخاری: ۳۷/۱/۱، ۲۵۱/۱، ۱۰۸۱/۲، مسلم: ۷۷/۲، ۲۸۴/۱، ۴۴۱/۱/۱

تیرہ تیزی

اسلام سے بے پروالوگوں نے جہاں اور بہت ساری بدعات وخرافات کوجنم دیا ہے، وہیں ماہ صفر کی وہ بدعت بھی جاری کی ہے کہ جس کوعام طور پرلوگ ''تیرہ تیزی'' کہتے ہیں۔اس کی شرعی حیثیت کوواضح کرنے سے پہلےضروری ہے کہ عوام کی نظرمیں اس تیرہ تیزی کی حقیقت کیا ہے،اس کو بیان کیا جائے۔

تیرہ تیزی عوام کی نظر میں:

لوگ کہتے ہیں کہ ماہ صفر کے ابتدائی تیرہ دنوں میں نحوست ہے، کیونکہ ان دنوں میں سرکاردوعالم محمد رسول اللہ ﷺ سخت بیمار ہوگئے تھے۔ یہ بیماری اسی نحوست کا اثر ہے۔ اورغالبًا ان دنوں کوتیرہ تیزی بھی اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ سخت اور برے اورمنحوس دن خیال کرلیے گئے ہیں۔ اورلغت میں تیزی کے معنی سختی، اور پریشانی کے آتے ہیں۔(۱)

اس طرح عوام کے نزدیک تیرہ تیزی کا مطلب یہ ہوا کہ ماہ صفر کے ابتدائی تیرہ دن نہایت منحوس،سخت اور برے ہیں۔اسی لیےان میں اللہ کے رسول علیہ السلام سخت بیماری میں مبتلا ہوئے۔ یہ تیرہ تیزی کے متعلق عوام الناس کا عقیدہ ہے۔ پھراس غلط عقیدے پرجن کاموں کی بنیادرکھی گئی ہے، وہ بھی لغواور باطل ہیں،ان دنوں میں کسی چیز کوخریدکرنا منحوس وبراسمجھا جاتا ہے، شادی یااورکوئی خوشی کی تقریب کرنا معیوب خیال کیا جاتا ہے۔ گویا یہ دن اتنے منحوس ہیں کہ ان میں کوئی خوشی ومسرت کا کام نہیں کیا جاسکتا اورکیا جائے تو بھی نحوست کے اثر سے وہ کام نہ ہوگا یارنجیدہ ثابت ہوگا۔

---

(۱) دیکھوفیروزاللغات مادہ تیزی

۞ غور کرنے کی دو باتیں:

تیرہ تیزی کے اس عقیدے اور اس کے متعلق کاموں کی شرعی حیثیت معلوم کرنے کے لیے ہمیں دو باتوں پر غور کرنا چاہئے۔ایک یہ کہ کیا رسول اللہ ﷺ صفر کے شروع میں تیرہ دن بیمار رہے؟ ظاہر ہے کہ یہ ایک تاریخی بات ہے،جس کا جواب ہمیں تاریخ ہی دے سکتی ہے۔دوسرے یہ کہ اگر فی الواقع آپ ان دنوں بیمار رہے تھے،تو کیا اس کی وجہ ان دنوں کی نحوست ہے؟ اور کیا ہمیں اس کی بنا پر ان دنوں کو نحوست قرار دینا اور ان میں شادی بیاہ اور خوشی کی تقریبات سے اور خرید وفروخت سے پرہیز کرنا جائز و درست ہے؟

۞ رسول اکرم ﷺ کے بیماری کے ایام:

پہلے ہم پہلی بات کو لیتے ہیں کہ کیا رسول اکرم ﷺ صفر کے ابتدائی تیرہ دن بیمار رہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ اپنے مرض الوفات میں تیرہ دن تو بیمار رہے،مگر یہ تیرہ دن کونسے تھے؟ اس میں اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ یہ صفر کے آخری اور ربیع الاول کے ابتدائی ایام تھے،جیسا کہ علامہ ابن حجر کی فتح الباری سے واضح ہوتا ہے۔(۱)
اور اسی طرح ثقات ابن حبان سے بھی واضح ہوتا ہے(۲)

اور سیرت ابن ہشام میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا مرض الوفات صفر کے آخری دنوں میں یا ربیع الاول کے ابتدائی دنوں میں شروع ہوا۔(۳)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی بیماری کے بارے میں دو قول ہیں،ایک یہ کہ صفر کے آخری اور ربیع الاول ہی کے شروع میں بیمار ہو کر وفات پائے۔دوسرا قول یہ ہے کہ آپ ربیع الاول ہی کے شروع میں بیمار ہو کر وفات پائے۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ تاریخی اعتبار سے یہ بات صحیح نہیں ہے کہ آپ صفر کے شروع میں تیرہ دن

(۱) فتح الباری: ۱۲۹/۸ (۲) ثقات ابن حبان: ۱۳۰/۲ (۳) سیرۃ ابن ہشام ۶۴۲/۲

بیمار رہے، بلکہ صحیح یہ ہے آپ کی بیماری صفر کے آخری دنوں میں شروع ہوئی اور ربیع الاول میں جا کر ختم ہوئی۔

اب غور فرمائیے کہ جب تیرہ تیزی کی بدعت کی بنیاد ہی غلط ہوگئی تو اس پر جو عقیدہ وعمل قائم کیا گیا ہے وہ کیسے درست ہوسکتا ہے؟

یہ تو اس صورت میں بحث تھی جب کہ حضور اکرم ﷺ کی بیماری سے وہ بیماری مراد لی جائے، جس میں آپ کا انتقال ہوا ہے، ہم نے ثابت کیا ہے کہ آپ کا مرض وفات صفر کے ابتدائی دنوں میں نہیں تھا، بلکہ صفر کے آخری دنوں میں شروع ہوا تھا۔ اور اگر اس بیماری سے کوئی اور بیماری مراد ہو تو اس کا دعویٰ کرنے والوں کو تاریخ کے معتبر حوالوں سے پہلے یہ ثابت کرنا چاہئے کہ فلاں وقت آپ صفر کے ابتدائی تیرہ دنوں میں بیمار ہوئے تھے۔ جب تک اس کو ثابت نہ کیا جائے گا۔ اس وقت تک اس عقیدے وعمل کا کوئی جواز نہیں ہے۔

طرفہ تماشا:

پھر عجیب بات یہ ہے کہ ایک طرف یہ کہا جاتا ہے کہ آپ علیہ السلام صفر کے ابتدائی دنوں میں بیمار ہوئے اور تیرہ دن تک بیمار رہے، اور دوسری طرف صحت افاقہ کو صفر کے آخری چہارشنبہ کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب آپ تیرہ دن بیمار رہے تو تیرہ دن کے بعد ٹھیک ہو گئے ہوں گے۔ تو تیرھویں دن کو صحت یابی کا دن کیوں نہیں قرار دیا جاتا۔

اور اگر کہا جائے کہ یہ تیرہ دن کی بیماری کسی اور موقعہ کی ہے، اور آخری چہارشنبہ کی صحت یابی کسی اور بیماری کے بعد ہوئی ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ لوگوں نے جس طرح چہارشنبہ کو صحت یابی کا دن قرار دے کر خوشی وتفریح کو لازم کیا ہے، اسی طرح وہ تیرہ تیزہ کی بیماری کے بعد تیرھویں دن کو خوشی وتفریح کا دن

کیوں قرار نہیں دیتے ؟ معلوم ہوتا ہے کہ نفس نے جو سکھایا، اس کو اختیار کر لیا گیا ہے عقل کو کام میں نہیں لایا گیا ہے۔

کیا بیماری نحوست ہے یا نحوست سے آتی ہے؟

اور اگر ہم بالفرض یہ مان لیں کہ آپ صفر کے ابتدائی دنوں میں ہی بیمار ہوئے یا یہ کہ کسی اور موقع پر ان دنوں میں آپ بیمار ہوئے تھے، تو کیا اس کی وجہ سے ان دنوں کو یا صفر کے مہینے کو منحوس سمجھنا درست ہوگا اور کیا بیماری کو منحوس خیال کرنا یا یہ سمجھنا کہ بیماری نحوست سے آتی ہے صحیح ہوگا ؟ یہ دوسرا نکتہ ہے جس پر ہمیں غور کرنا ہے۔

اس سلسلے میں عرض ہے کہ اسلامی تعلیم کے مطابق نہ خود بیماری منحوس ہے اور نہ ہی یہ نحوست سے آتی ہے۔ بلکہ مومن کے لیے یہ سراسر رحمت ونعمت ہے۔ اور اللہ کی طرف سے آتی ہے۔ چنانچہ احادیث شریفہ میں اس کا ذکر موجود ہے۔

(ا) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں، اسے مصیبت (بیماری) میں مبتلا کر دیتے ہیں۔(ا)

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت رسول کریم علیہ السلام کی خدمت میں آپ کی بیماری کے زمانے میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ کو تو سخت بخار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں مجھے اکیلے تم میں سے دو کے برابر بخار ہے۔ میں نے عرض کیا، یہ شاید اس لیے کہ آپ کو دو اجر (ثواب) ملیں؟ فرمایا کہ ہاں یہ اسی لیے ہے اور اس لیے کہ مسلمان کو کانٹا یا اس سے بھی کم کوئی (تکلیف) چیز پہنچتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گناہوں کا کفارہ (بدلہ) بنا دیتے ہیں، جیسے خشک درخت کے پتے گرتے ہیں (گناہ بھی ایسے ہی گرتے ہیں) (۲)

(ا) بخاری: ۲/۸۴۳، موطا امام محمد: ۳۹۹ (۲) بخاری: ۲/۸۴۳ مسلم: ۲/۳۱۸

(۳) اور بعض روایات میں ہے کہ بیماری سے اجر وثواب اور درجات کی بلندی نصیب ہوتی ہے، جیسا کہ مسلم شریف میں متعدد روایات میں مذکور ہے۔ (۱)

(۴) ایک حدیث میں ہے کہ مومن کے معاملے پر تعجب ہے کہ اسکی ہر بات خیر ہی خیر ہے۔ اور گراسی کو خوشی حاصل ہوئی اور اس نے اس پر شکر کیا تو یہ اس کے لیے بھلائی اور خیر ہے، اور اگر اس کو تنگی و پریشانی ہوئی اور اس پر اس نے صبر کیا تو یہ بھی اس کے لیے بھلائی اور خیر ہے۔ (۲)

(۵) حضرت ام السائبؓ بیمار تھیں۔ اللہ کے رسول علیہ السلام ان کے پاس گئے، دیکھا کہ وہ ٹھٹھر رہی ہیں۔ پوچھا کہ کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا کہ بخار ہے، اللہ اس میں برکت نہ دے۔ آپ نے فرمایا کہ بخار کو برا بھلا نہ کہو، یہ انسانوں کے گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتی ہے، جیسے بھٹی لوہے کے میل کو صاف کر دیتی ہے (۳)

ان سب سے معلوم ہوا کہ بیماری خدا کی طرف سے آتی ہے اور یہ اسے آتی ہے، جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کرنا چاہتے ہیں، اور یہ کہ محض رحمت و برکت ہے جس سے گنہ گاروں کے گناہ دھل جاتے اور نیکوں کے درجات بلند ہو جاتے ہیں۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ بیماری کو برا بھلا کہنے اور برا سمجھنے کی اجازت نہیں، یہ صریح اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اب دیکھ لیجئے کہ تیرہ تیزی کا عقیدہ جس میں صفر کو بیماری کی وجہ سے منحوس و برا سمجھا جاتا ہے۔ کیا اسلام کے خلاف نہیں ہے۔ بلاشبہ یہ اسلام کے خلاف ہے۔

صفر کی نحوست کا عقیدہ جاہلیت ہے:

اوپر کی توضیح و تفصیل سے صاف معلوم ہوا کہ صفر کے تیرہ دنوں کو یا صفر کے مہینہ کو منحوس سمجھنا غلط ہے، بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہ صفر کی نحوست

(۱) مسلم: ۳۱۸/۲ تا ۳۱۹ (۲) مشکوۃ: ۴۵۲ (۳) مسلم: ۳۱۹/۲

کاعقیدہ زمانہ جاہلیت کے جاہل لوگوں کاعقیدہ تھا، اوراسلام نے اس کو باطل قرار دیا ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں اللہ کے رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے **"لا صفر"** کہ صفر (کی نحوست کا عقیدہ) کوئی چیز نہیں (بلکہ غلط و باطل ہے) (۱)

اس حدیث کے متعدد معانی ومطالب علماء نے بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ عرب کے لوگ زمانہ جاہلیت میں صفر کے مہینہ کو منحوس سمجھ کر، اس کے آنے سے بدفالی کرتے تھے، اس باطل وغلط عقیدے کی تردید میں اللہ کے رسول علیہ السلام نے فرمایا: "لاصفر" کہ صفر کچھ نہیں، یعنی اس کی نحوست اوراس سے بدفالی کاعقیدہ کچھ نہیں۔ ملاعلی قاریؒ نے مرقات میں اس کو بیان فرمایا ہے۔ (۲)

اس کے علاوہ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ کسی بھی چیز میں نحوست نہیں اور کسی چیز سے بدفالی لینا درست نہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں فرمایا **"لا طیرۃ"** کہ بدفالی لینا جائز نہیں۔ (۳)

اور ایک حدیث میں بدفالی لینے کو شرک قرار دیا ہے۔ (۴)

ان احادیث میں بدفالی لینے کا یہی مطلب ہے کہ کسی چیز کو منحوس سمجھ کر اس کو برا خیال کیا جائے اوراس سے بدفالی لی جائے۔ یہ بات اسلامی نقطۂ نظر سے غلط و باطل ہے۔

جب کسی بھی چیز کو بدفالی کا سبب خیال کرنا صحیح نہیں تو صفر کے مہینے کو منحوس سمجھ کراس سے بدفالی لینا کیونکر جائز ہوسکتا ہے؟

---

(۱) بخاری کتاب الطب: ۸۵۱/۲، مسلم: ۲۳۰/۲ (۲) مرقاۃ شرح مشکوۃ: ۴/۹ (۳) بخاری: ۸۵۳/۲، مسلم: ۲۳۰/۲، مشکوۃ: ۳۹۱ (۴) طحاوی ۳۱۷/۲

تین چیزوں میں نحوست کا مطلب:

اور جو بعض روایات میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ نحوست تین چیزوں میں ہے۔عورت، گھر، اور گھوڑا، جیسا کہ کتب حدیث میں مروی ہے۔(۱)

اس کی تشریح میں علماء کا اختلاف ہے۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ اللہ کے رسول کا مطلب یہ نہیں کہ ان چیزوں میں نحوست ہے، بلکہ آپ نے صرف اہل جاہلیت کا قول نقل کیا ہے کہ یہ جاہل لوگ اس طرح کہتے ہیں۔(۲)

اور امام طحاوی نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ اگر بالفرض کسی چیز میں نحوست ہوتی تو ان چیزوں میں ہوتی، جب ان میں بھی نحوست نہیں تو کسی میں بھی نہیں ہے۔(۳)

اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں اللہ کے رسول نے خود فرمایا کہ **''لاشوم وقد یکون فی الدار والمرأة والفرس''**

(بدفالی کوئی چیز نہیں، اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو عورت گھر اور گھوڑے میں ہوتی)(۴)

یہ حدیث بتا رہی ہے کہ اللہ کے رسول علیہ السلام کا مقصد ان چیزوں میں نحوست بتانا نہیں ہے، بلکہ ان سے نحوست کی نفی کرنا مقصود ہے کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو ان میں ہوتی، جب ان میں بھی نہیں ہے تو کسی اور چیز میں بھی نہیں ہے۔

الغرض کسی چیز میں نحوست خیال کرنا۔اور اس سے بدفالی لینا اسلامی نقطۂ نظر سے صحیح نہیں۔اسی طرح صفر کے مہینہ کو منحوس جان کر اس سے بدفالی لینا بھی صحیح نہیں ہے۔

---

(۱) بخاری:۸۵۶/۲، مسلم:۲۳۲/۲، طحاوی:۳۱۷/۲ (۲) طحاوی:۳۱۸/۲ (۳) طحاوی:۳۱۸/۲
(۴) بخاری:۴۰۰/۱، مسلم:۲۳۲/۲، طحاوی:۳۱۸/۲، ترمذی:۲۷۵۰

اصل نحوست کیا ہے؟

ہاں اصل نحوست بدعملی، بداخلاقی، شریعت و دین سے غفلت ولاپروائی سے آتی ہے اور بدعمل و بے دین لوگوں کے حق میں ہر دن ہر ماہ اور ہر چیز منحوس ہے۔ اسی لیے قرآن میں قوم عاد کے ذکر میں کہا گیا ہے۔

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ﴾ (قمر:۱۹
(ہم نے ان (قوم عاد) پر ایک سخت ہوا بھیجی ایسے دن میں جو دائمی نحوست والا ہے)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس دن کو منحوس بتایا ہے جس میں قوم عاد کو ہلاک کیا گیا، کیوں؟ اس لیے ان کی بے ایمانی و بدعملی نے ان کو اس نتیجہ تک پہنچایا۔ ورنہ تو وہی دن جس میں ان کو ہلاک کیا گیا۔ حضرت ہود علیہ السلام اور مومن حضرات کے لیے نہایت ہی مسعود و مبارک تھا۔ اگر فی نفسہ وہ دن ہی منحوس ہوتا تو سب کے لیے منحوس ہوتا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ علامہ قرطبیؒ اسی آیت کی تفسیر میں اس نکتہ کی وضاحت یوں کرتے ہیں کہ:

"کماکانت الایام النحسات المذکورة فی القرآن نحسات علی الکفارمن قوم عاد علی نبیھم والمومنین بہ منھم"

(ترجمہ: جیسے وہ منحوس ایام جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے وہ قوم عاد کے کفار پر منحوس تھے، نہ کہ ان کے نبی کے حق میں اور نہ ان پر ایمان رکھنے والوں کے حق میں)(۱)

علامہ محمود آلوسی بغدادی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ ہر لمحہ و ساعت کسی کے حق میں مسعود ہوتی ہے تو کسی کے حق میں منحوس ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ اس کے حق میں اس گھڑی کوئی خیر یا شر پیدا فرماتے ہیں۔ لہٰذا ہر دن، سعادت و نحوست دونوں سے متصف ہوسکتا ہے۔(۲)

(۱) قرطبی: ۱۳۶/۱۷ (۲) روح المعانی: ۲۸۲/۲۷

خلاصہ یہ ہے کہ کسی دن یا ماہ میں نحوست نہیں ہوتی ، بلکہ بے ایمانی ، بدعملی اور بدخُلقی کی وجہ سے بعض لوگوں کے حق میں بعض دن یا مہینے منحوس ہوجاتے ہیں، تو یہ نحوست دنوں یا مہینوں کی نہیں ، بلکہ بدخُلقی و بے ایمانی کی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث شریف میں اللہ کے نبی علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے:

الشومُ سُوءُ الخُلق. یعنی نحوست بداخلاقی ہے۔(۱)

معلوم ہوا کہ نحوست کسی چیز میں نہیں، بلکہ نحوست ہمارے اپنے برے اعمال برے اخلاق میں ہے۔ اس لیے ہمیں نحوست سے بچنے کی خاطر، گناہوں سے اللہ کی نافرمانیوں اور بداخلاقیوں سے باز آنے کی ضرورت ہے، نہ کہ صفر میں خرید وفروخت اور خوشی کی تقریبات منانے سے، بہرحال ماہ صفر کی نحوست کا اعتقاد باطل ہے۔

ایک بے اصل حدیث:

یہاں یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ بعض نڈر و بے خوف لوگوں نے صفر کی نحوست پر ایک حدیث بھی گھڑ رکھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

"مَنْ بَشَّرَنِیْ بِخُرُوْجِ صَفَرَ بَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ"

(جو مجھے صفر کے چلے جانے کی بشارت سنائے گا میں اس کو جنت کی خوشخبری دیتا ہوں)

یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول علیہ السلام نے اس کو جنت کی بشارت دی ہے۔ جو صفر کے ختم ہوجانے ، چلے جانے کی خبر دے، یہ اس لیے کہ صفر منحوس مہینہ ہے، اس کے ختم ہونے پر اللہ کے رسول کو خوشی ہوئی ، اس لیے آپ نے اس کے جانے کی خبر دینے والے کو جنت کی بشارت دی ہے۔

---

(۱) اخرجہٗ احمد وفی اسنادہٖ ضعف، کذا فی بلوغ المرام: ۱۱۲

مگر یہاں دیکھنا یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے سچ مچ کبھی یوں فرمایا ہے؟ اور کیا یہ واقعتاً اللہ کے رسول کی حدیث ہے؟

جواب یہ ہے کہ نہیں، یہ اللہ کے رسول علیہ السلام کی حدیث نہیں ہے۔ بلکہ لوگوں نے اس کو گھڑ لیا ہے۔ چنانچہ علماء حدیث نے اس حدیث کو موضوع یعنی من گھڑت قرار دیا ہے۔ مشہور ومعروف محدث وفقیہ ملا علی قاری حنفیؒ نے اپنی کتاب موضوعات کبیر میں اس حدیث کو لکھ کر فرمایا ''لا اصل لہ'' یعنی اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے، بلکہ یہ بے اصل حدیث ہے۔ (۱)

دوسری بات یہ ہے کہ اگر بالفرض اس حدیث کو تسلیم کر لیا جائے تب بھی اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ صفر کا مہینہ منحوس ہے، کیونکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے صفر کے جانے کی خبر دینے والے کو بشارت اس لیے دی ہو کہ صفر کا جانا دراصل ربیع الاول کا آنا ہے۔ تو یہ دراصل ربیع الاول کے وردود مسعود پر خوشخبری ہے۔ اس سے یہ مطلب نکالنا کہ صفر کا مہینہ منحوس ہے سراسر غلط ہے۔

حاصل کلام یہ کہ تیرہ تیزی کا عقیدہ، اور اس عقیدے کی بنا پر خرید وفروخت، شادی بیاہ اور خوشی کی تقریبات سے پرہیز کرنا، غیر اسلامی عقیدہ وعمل اور سراسر بدعت ہے۔

آخری چہار شنبہ

ماہ صفر کی ایک بدعت جس کو عوام ''آخری چہار شنبہ'' کہتے ہیں وہ بھی غلط وبے بنیاد عقیدے اور باطل امور پر مشتمل ہے۔ مگر بہت سے لوگ بڑے اہتمام کے ساتھ اس رسم کو مناتے ہیں۔ ہم پہلے بتائیں گے کہ عوام کے نزدیک آخری چہار شنبہ کی حقیقت کیا ہے۔ پھر اس پر شرعی نقطہ نظر سے بحث کریں گے۔

---

(۱) موضوعاتِ کبیر: ۶۹ حرفِ میم

آخری چہار شنبہ عوام کی نظر میں:

آخری چہار شنبہ کی حقیقت کیا ہے؟ عوام الناس کہتے ہیں کہ ''آخری چہار شنبہ صفر کے مہینے کا آخری بدھ جس میں آنحضرت ﷺ بیماری کے بعد سبزے کی سیر کو تشریف لے گئے (عوام) مسلمان اس دن کو مبارک سمجھ کر سیر و تفریح کرنا اچھا سمجھتے ہیں۔ (۱)

گویا آخری چہار شنبہ کے دو جز ہیں، ان میں سے ایک عقیدہ ہے اور دوسرا عمل عقیدہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کے آخری بدھ کو بیماری سے شفایاب ہو کر سیر و تفریح کے لیے گئے تھے۔ اور عمل یہ لوگ اس کو مبارک سمجھ کر خود بھی سیر و تفریح کے لیے جاتے ہیں اور بعض جگہ میں نے ایک اور چیز بھی دیکھی ہے، وہ یہ کہ اس دن بعض خاص چیزیں مثلاً انڈا، تیل وغیرہ خیرات بھی کرتے ہیں، جب معلوم ہو گیا کہ آخری چہار شنبہ کی رسم میں ایک عقیدہ اور کچھ عمل شامل ہیں، تو اب ہم ان میں سے ہر ایک پر الگ الگ تبصرہ کرتے ہیں تاکہ شرعی نقطہ نظر سے اس عقیدے و عمل کی حیثیت واضح ہو سکے۔

آخری چہار شنبہ اور صحت یابی رسول ﷺ:

جہاں تک آخری چہار شنبہ کو آپ کے صحت پانے کا تعلق ہے، اس کے بارے میں عرض ہے کہ اگر اسے مرض الوفات سے صحت پانا مراد ہے تو یہ صریح غلط و بالکل باطل ہے، کیونکہ اس بیماری سے آپ صحت نہیں پائے تھے، جیسا کہ یہ بات بالکل ظاہر ہے اور اسی وجہ سے اس کو مرض الوفات کہتے ہیں۔

اور اگر کسی اور موقعہ کی بیماری سے صحت و شفا پانا مراد ہے تو تاریخ و سیرت سے اس کا ثبوت ہونا چاہئے کہ فلاں موقع پر آپ آخری چہار شنبہ صفر کو بیماری سے صحت و شفا پائے تھے اور پھر آپ سیر و تفریح کے لیے تشریف لے گئے، مگر اس کا کوئی ثبوت

(۱) فیروز اللغات: ۱۸ مادہ آخر

نہیں ہے۔ لہذا بے دلیل ثبوت کسی بات کو اپنے عقیدے کی بنیاد بنانا کیسے اور کیوں کر جائز ہوسکتا ہے۔

ایک انکشاف اور اندیشہ:

اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ حضرات علماء حدیث وسیر نے لکھا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا مرض الوفات صفر کے آخری چہارشنبہ سے شروع ہوا تھا۔ چنانچہ امام حدیث وتاریخ ابن حبانؒ نے کتاب الثقات میں لکھا ہے:

''سب سے پہلے جو رسول اللہ ﷺ کو بیماری کی شکایت پیدا ہوئی وہ چہارشنبہ کا دن تھا، جب کہ صفر کے مہینے کے صرف دو دن باقی تھے۔''(۱)

اسی طرح طبقات ابن سعد یہ میں بھی یہ روایت موجود ہے۔(۲)

ظاہر ہے کہ صفر کے ختم ہونے میں دو دن باقی ہوں تو جو چہارشنبہ ہوگا وہ صفر کا آخری چہارشنبہ ہی ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا مرض الوفات ایک قول کے مطاق صفر کے آخری چہارشنبہ کو شروع ہوا ہے، اگرچہ اس کے متعلق اور بھی اقوال ہیں، تاہم ایک قول یہ بھی ہے اور بہت سے علماء نے اس کو اختیار بھی کیا ہے کہ اس کے پیش نظر تو صفر کا آخری چہارشنبہ خوشی کا دن نہ ہونا چاہئے بلکہ غم واندوہ کا دن ہونا چاہئے، یہ بھی امکان ہے کہ کسی دشمن رسول اور منافق نے آپ کی بیماری کے دن خوشی منائی ہو اور مسلمانوں کو بہکانے کے لیے یہ کہہ دیا ہو کہ اس دن آپ صحت پائے تھے اور سیر کو گئے تھے، اور مسلمان لوگوں میں سے جاہلوں نے اس کو صحیح سمجھ کر قبول کر لیا ہو، اگر ایسا ہی ہے تب تو معاملہ بڑا سنگین ہے۔

منافق اور دشمن لوگوں کی طرف سے ایسا ہونا کوئی بعید نہیں، اور اس طرح کی دوسری مثالیں بھی موجود ہیں۔ مثلاً رجب کی ۲۲/تاریخ کو کونڈوں کی جو رسم ہے۔

(۱) ثقات ابن حبان: ۲/۱۳۰ (۲) بحوالہ فتح الباری: ۸/۱۳۰

اس کے بارے میں مشہور تو یہ ہے کہ اس دن امام جعفر صادق پیدا ہوئے تھے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ امام جعفر صادق کی ولادت ۱۷/ربیع الاول کو ہوئی ہے (۱)

ہاں ۲۲/رجب کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہؓ کی وفات ہوئی ہے، جیسا کہ علماء نے لکھا ہے (۲)۔ بات یہ ہے کہ شیعہ نے حضرت امیر معاویہ کے انتقال کی خوشی میں یہ تقریب کی ہے اور چوں کہ تقیہ ان کا مذہب ہے، اس لیے اس کو چھپالیا اور یہ ظاہر کر دیا ہے کہ اس دن حضرت امام جعفر صادق کی ولادت ہوئی۔

بالکل اسی طرح امکان ہے کہ کسی دشمن نے آپ کی بیماری کے دن کو خوشی سنائی ہو اور دھوکہ دینے کے لیے یہ ظاہر کر دیا ہو کہ آپ صحت پائے تھے۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ:

بے جا نہ ہوگا اگر ہم اس کو اس جگہ بریلویوں کے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ درج کر دیں۔ وہ اپنی کتاب ''احکام شریعت'' میں لکھتے ہیں:

''آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں، نہ اس دن صحت یابی حضور سید عالم ﷺ کا کوئی ثبوت، بلکہ مرض اقدس جس میں وفات مبارک ہوئی اس کی ابتداء اسی دن سے بتائی جاتی ہے۔ (۳)

صحت وفاقے کے کچھ تذکرے:

پھر اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ صفر کے آخری چہار شنبہ میں آپ کو صحت حاصل ہوئی تھی، تو سوال یہ ہے کہ خاص صفر کی آخری بدھ کو کیا خصوصیت ہے کہ اس کو منایا جاتا ہے جب کہ آپ علیہ السلام کو دوسرے مواقع پر بھی بیماری سے صحت وافاقہ ہوا ہے۔ چنانچہ صحت افاقے کے متعدد تذکرے احادیث میں ملتے ہیں۔

(۱) دیکھو تاریخ الائمہ: ۱۳۷ (۲) دیکھو ثقات ابن حبان: ۳۰۵/۲ (۳) احکام شریعت: ۶۴۹/۲

مثلاً: مرض الوفات ہی میں ایک دن آپ کوافاقہ ہوااور طبیعت کچھ ہلکی محسوس ہوئی تو آپ دوآدمیوں کے سہارے مسجد تشریف لے گیے (۱)

یہ واقعہ انتقال سے پانچ پہلے کا ہے، اور چونکہ آپ کا وصال مبارک پیر کے دن ہوا ہے، اس لیے یہ متعین ہے کہ یہ واقعہ افاقہ کا جمعرات کے دن پیش آیا ہے(۲)

تو یہ ربیع الاول کی پہلی جمعرات ہے، تو کیا ربیع الاول کی پہلی جمعرات بھی منائی جائیگی اگر نہیں تو کیوں؟

(۲) بخاری وغیرہ کی صحیح ترین روایات سے ثابت ہے کہ ایک یہودی لبید بن عاصم نے اللہ کے رسول ﷺ پر جادو کر دیا تھا، جس کی وجہ آپ سخت بیمار ہو گیے تھے(۳)

یہ بیماری محرم الحرام میں شروع ہوئی اور ۶ / ماہ تک جاری رہی (۴)

اس لحاظ سے آپ اس بیماری سے جمادی الثانی میں صحت یاب ہوئے تو کیا جمادی الثانی کو بھی منایا جائیگا؟ اگر نہیں تو کیوں؟ معلوم ہوا کہ نفس پرستوں نے بے وجہ اس آخری چہار شنبہ کی رسم کو جاری کر لیا ہے، ورنہ اس کی خصوصیت کی کوئی دلیل نہیں۔

❁ خوشی کے موقعہ پر اسوۂ نبی:

نیز یہ بھی قابل غور بات ہے کہ ان آخری چہار شنبوں نے صحت یابی کے بعد سیر وتفریح کو جس انداز سے پیش کیا ہے، اور خود جس طرح اس پر عمل کرتے ہیں۔ اس کا مقابلہ وموازنہ اگر سیرت طیبہ اور اسوہ نبی سے کیا جائے تو دونوں میں کوئی جوڑ معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ خوشی کے موقعہ پر آپ کا معمول سیر وتفریح اور سبزازاروں کو رونق بخشنا نہیں تھا، بلکہ ایسے موقعہ پر آپ کا مبارک معمول یہ تھا کہ آپ اللہ کی حمد وثنا رجوع وانابت الی اللہ اور شکر ونماز میں مشغول ہوتے، نیز دین کے مہمات میں اپنا وقت لگاتے۔

مثلاً (۱) مرض الوفات ہی میں ۲۶ / صفر کو آپ نے افاقہ محسوس فرمایا اور کچھ

---

(۱) بخاری: ۹۵/۱، مسلم: ۱/۱۷، ثقات ابن حبان: ۱۳۲/۲، سیرت ابن حشام: ۶۴۹/۲

(۲) فتح الباری: ۱۴۲/۸ (۳) بخاری: ۸۵۷/۲، مسلم: ۲۲۱/۲ (۴) فتح الباری: ۲۲۶/۱۰

راحت معلوم ہوئی تو آپ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو جہاد روم کے لیے تیار فرمایا اور اس سلسلے میں ہدایات جاری فرمائیں۔(۱)

نوٹ: بعض علماء نے مرض الموت کی ابتداء محرم سے بتائی ہے اور ۲۶/صفر کو افاقہ کا دن بتایا ہے اور پھر دو دن بعد یعنی ۲۸/صفر سے شدید حملہ کا ہونا بتایا ہے۔ اس اعتبار سے ۲۶/صفر جو منگل کا دن قرار پاتا ہے افاقہ کا دن ہے۔(واللہ اعلم)

(۲) مرض الوفات ہی میں ایک دن آپ نے محسوس فرمایا کہ بیماری میں کمی وخفت ہے تو آپ دو آدمیوں کے سہارے مسجد نبوی پہنچے اور آپ نے وعظ ونصیحت بھی فرمائی، اس وعظ میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ: ''اللہ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو دنیا اور آخرت میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا اختیار دیا۔ تو اس نے آخرت کو اختیار کرلیا۔''

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ اس بندے سے مراد خود آپ کی ذات بابرکات ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ رونے لگے۔ الخ (۲)

یہ ہے اسوۂ نبی، خوشی، راحت، صحت وافاقے کے موقعہ پر، نہ کہ سیر وتفریح کرنا اور سبزہ زاروں کو رونق بخشنا، غور کیجئے کیا اس طریقہ نبوی سے اس عمل کا کوئی جوڑ ہے جو لوگوں نے گھڑ رکھا ہے؟

بدعت، دین کی تحریف ہے:

اور اگر بالفرض آپ نے سیر وتفریح فرمائی بھی ہے تو یہ ایک اتفاقی بات اور سادھی شکل ہے، جیسے کبھی آپ نے مزاح بھی فرمایا ہے اور بعض صحابہ سے آپ نے کھیلا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان باتوں کو اجتماعی طریقہ پر اور مستقل حیثیت دے کر نہیں کیا جاسکتا، اور نہ ان امور کو رسم بنایا جاسکتا ہے۔

اسی طرح اگر کسی سبب سے آپ نے سیر فرمائی ہو تو سب لوگوں کا سیر کو جانا

---

(۱) تاریخ اسلام مولانا اکبر شاہ مرحوم: ۲۲۸/۱ (۲) سیرت ابن ہشام: ۶۴۹/۲ وغیرہ

اور مردوں عورتوں کا پارکوں میں جمع ہونا، بے پردگی وخلاف شرع امور کا ارتکاب کرنا کیا دین اور سنت ہے؟ یا دین میں تحریف ہے؟ اسی لیے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ آداب وسنن میں تشدد اور ان کو ان کے درجے سے بڑھا دینا بھی تحریف دین کا سبب ہے اور یہود ونصاریٰ کی عادت ہے۔(۱)

یہ بات بالکل صحیح ہے کیوں کہ اس سے دین کا حلیہ بگڑ جاتا ہے جب آداب وسنن کو ان کے درجے سے بڑھا دینا بھی برا ہے۔ تو کھیل تماشوں کو دین کا نام دینا اور بدعات وخرافات کو دین سمجھ لینا، کتنا برا ہوگا؟

سیر وتفریح اور شیطانی دھوکہ:

غور کیجئے کہ ان عوام کو شیطان نے کس طرح دھوکہ دے رکھا ہے کہ ان کو نماز کا دیگر فرائض وواجبات کا، اللہ کے نبی کی سنتوں کا، کسی کا اہتمام نہیں ہے۔ مگر آخری چہارشنبہ کی سیر وتفریح کا بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ اور ہزاروں خلافِ شریعت کاموں میں مبتلا ہوتے ہیں۔

افسوس کہ ایک من گھڑت سنت کو ادا کرنے کے لیے، کئی فرائض وسنتوں کو ترک کیا جاتا ہے اور ہزاروں قسم کے گناہوں کا وبال اپنے سر پر لیا جاتا ہے۔

آخری بات اور دعا

الغرض یہ سب محض شیطانی دھوکہ اور فریب ہے یا نفس کی چالبازیاں ہیں کہ دین کے نام پر تیرہ تیزی اور آخری چہارشنبہ کی من گھڑت رُسومات اور بدعات میں پھنسا دیا ہے۔ دین سے فی الواقع ان کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو دین کا صحیح فہم عطا فرمائے قرآن وسنت کی تعلیمات کو حاصل کرنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تمام خرافات وبدعات سے بچائے۔ فقط

(۱) حجۃ اللہ البالغۃ: ۱/۱۲۰